حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ — حیات اور کارنامے

از: مولانا نصیرالدین قاسمی ولید پوری
استاذ مدرسہ دارالعلوم محمدیہ قصبہ گدر پور (اتراکھنڈ)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے، عرب کے حکمرانوں کا عزم وجزم، عقل وتدبر پورے تناسب سے اس شخصیت کے دل ودماغ میں جمع ہوگیا تھا، عربی کتب، ادب وتاریخ ان کے تدبر کے واقعات سے لبریز ہیں، ہمیشہ ان کی سیاست کامیاب وکامران رہی، وہ اپنے زمانے کے اہل اللہ اور مقرب الی اللہ تھے۔

جب خلیفہ ولید نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو مدینہ منورہ کا گورنر بنایا، تو آپؒ نے فرمایا کہ میں اسی شرط پر گورنری منظور کرتا ہوں کہ مجھے پہلے گورنروں کی طرح ظلم واستبداد پر مجبور نہ کیا جائے۔ خلیفہ نے کہا: ''آپ حق وعدل پر عمل کریں خواہ خزانۂ شاہی کو ایک پائی بھی نہ ملے'' آپؒ نے مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلے علماء واکابر کو جمع کیا اور ان لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ: ''اگر آپ لوگوں کو میری ریاست میں کہیں بھی، کسی پر بھی ظلم وستم ہوتا ہوا نظر آجائے، تو خدا کی قسم مجھے اس کی اطلاع ضرور کریں، جب تک آپؒ مدینہ کے گورنر رہے کسی شخص نے آپؒ سے عدل وانصاف، نیکی وبھلائی، سخاوت، فیاضی، ہمدردی وغمگساری اور خیرخواہی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔

خلیفہ سلیمان کی آخری بیماری میں اس سراپا عدل وانصاف کے پیکر کو شک ہوا کہ وہ کہیں آپؒ کو اپنا نائب اور جانشین نہ مقرر کردے؛ چنانچہ افتاں وخیزاں ''رجاہ بن حیوۃ'' (وزیراعظم) کے پاس تشریف لے گئے اور یوں گویا ہوئے: ''مجھے خطرہ ہے کہ خلیفہ سلیمان نے کہیں میرے حق میں وصیت نہ کردی ہو؛ لہٰذا اگر اس نے وصیت کی ہوگی، تو آپ کے علم میں تو ضرور ہوگا، آپ مجھ کو بتادیں تاکہ میں استعفادے کر پہلے ہی سبکدوش ہوجاؤں اور وہ اپنی حیات میں ہی کوئی دوسرا

انتظام کرجائیں'' رجاہ بن حیوۃ نے اس وقت آپ کو ٹال دیا؛ مگر جب وصیت نامہ منصۂ شہود پر آیا، تو آپؒ کا خطرہ بالکل درست ثابت ہوا، اس وقت خلیفہ سلیمان دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، اس واسطے آپؒ نے عام مسلمانوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! میری خواہش اور تمہارے استصواب کے بغیر خلیفہ بنایا گیا ہے، میں تمہیں اپنی بیعت سے خود ہی آزاد کرتا ہوں تم جسے چاہو اپنا خلیفہ چن لو'' یہ سن کر مجمع سے بالاتفاق آواز آئی ''یا امیر المومنین! ہمارے خلیفہ آپ ہیں'' آپؒ نے ارشاد فرمایا: ''صرف اس وقت تک جب تک کہ میں اطاعت الٰہی کی حد سے باہر قدم نہ رکھوں'' اس گفتگو کے بعد شاہی سواریاں پیش کی گئیں؛ تاکہ آپ محل شاہی میں تشریف لے جائیں، آپ نے ارشاد فرمایا: ''انھیں واپس لے جاؤ! میری سواری کے لیے میرا خچر کافی ہے، جب علماء نے ممبر پر حسب رواج آپ کا نام لیا اور درود وسلام بھیجا، تو آپؒ نے فرمایا: ''میرے بجائے سب مسلمان بندوں میں مردوں اور عورتوں کے لیے دعاء کرو اگر میں بھی مسلمان ہوں گا، تو یہ دعاء مجھے بھی خود بخود پہنچ جائے گی۔ ان تمام کارروائیوں کے مکمل ہونے کے بعد آپ اداس چہرے، حیران آنکھوں اور اڑے ہوئے رنگ کے ساتھ گھر آئے، لونڈی نے دیکھتے ہی کہا: ''آپؒ آج اس قدر پریشان کیوں ہیں؟'' فرمایا: ''آج مجھ پر فرض عائد کیا گیا ہے کہ میں ہر مسلمان کا بغیر اس کے مطالبہ کے حق ادا کروں، آج میں مشرق ومغرب کے ہر یتیم ومسکین کا اور ہر بیوہ ومسافر کا جواب دہ بنایا گیا ہوں، پھر مجھ سے زیادہ قابل رحم اور کون ہوسکتا ہے۔ پھر اپنی بیوی فاطمہ سے جو کہ خلیفہ عبدالملک کی نورِ نظر تھیں ارشاد فرمایا: ''اپنا وہ بیش قیمت جواہر جو تمہیں عبدالملک نے دیا تھا، بیت المال میں داخل کردو، یا مجھ سے اپنا تعلق ختم کرلو۔ یہ سن کر باوفا سیر چشم بیوی اٹھیں اور اپنے جواہرات کو بیت المال میں بھیج دیا، جب دامن پاک اور گھر صاف ہو چکا، تو آپ اہل خاندان کی طرف متوجہ ہوئے اور یزید اور معاویہ تک کے وارثوں کو ایک ایک کر کے پکڑا اور تمام غصب شدہ جائیداد اور اموال اصل وارثوں کو واپس کردیے، مال ودولت اس کثرت سے واپس ہوا کہ حکومتِ عراق کا خزانہ خالی ہوگیا اور اخراجات کے لیے دمشق سے وہاں روپیہ بھیجا گیا، بعض خیرخواہوں نے کہا: ''یا امیر المومنین! آپ اپنی اولاد کے لیے کچھ چھوڑ دیں'' تو ارشاد فرمایا: ''میں انھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں''۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے گھر والوں کے روزینے بند کردیے، جب انھوں نے تقاضا کیا تو فرمایا: ''میرے اپنے پاس کوئی مال نہیں ہے اور بیت المال میں تمہارا حق بھی اسی قدر ہے جتنا کہ اس مسلمان کا جو سلطنت کے آخری کنارے پر آباد ہے، پھر میں تمہیں دوسرے

مسلمانوں سے زیادہ کس طرح دے سکتا ہوں؟ خدا کی قسم اگر ساری دنیا بھی تمہاری ہم خیال ہوجائے تو پھر بھی میں نہیں دوں گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی سلطنت کے اندر مسلم اور غیر مسلم کے شہری حقوق کو یکساں کردیا، حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو کسی وجہ سے قتل کردیا، آپؒ نے قاتل کو پکڑ کر مقتول کے وارثوں کے حوالے کردیا اور انھوں نے اسے قتل کردیا، ایک عیسائی نے خلیفہ عبدالملک کے بیٹے ہشام پر دعویٰ کردیا، جب مدعی اور مدعالیہ حاضر ہوئے تو آپؒ نے دونوں کو برابر کھڑا کردیا، ہشام کا چہرہ اس بے عزتی پر فرطِ غضب سے سرخ ہوگیا، آپؒ نے یہ دیکھا تو فرمایا: ''اس کے برابر کھڑے رہو، شریعتِ حقہ کی شانِ عدالت یہی ہے کہ ایک بادشاہ کا بیٹا عدالت میں ایک نصرانی کے برابر کھڑا ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دورِ حکومت صرف ڈھائی سال ہے، اس مختصر اور قلیل مدت میں خلقِ خدا نے یوں محسوس کیا کہ زمین وآسمان کے درمیان عدل کا ترازو کھڑا ہوگیا ہے اور فطرتِ الٰہی خود آگے بڑھ کر انسانیت کو آزادی محبت اور خوشحالی کا تاج پہنا رہی ہے، لوگ ہاتھوں میں خیرات لیے پھرتے تھے؛ مگر کوئی محتاج نہیں ملتا تھا کہ یہاں کوئی حاجت مند باقی نہیں رہا، اور عطیات کو واپس کردیتے تھے، عدی بن ارطاط (والیِ فارس) نے آپ کو لکھا کہ یہاں خوش حالی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عام لوگوں کے کبر وغرور میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ ہوگیا ہے، آپ نے جواب بھیجا لوگوں کو خدا کا شکر ادا کرنے کی تعلیم دینا شروع کردو۔

ایک طرف لاکھوں اور کروڑوں لوگ امن ومسرت اور راحت وشادمانی کے شادیانے بجارہے تھے، تو دوسری طرف وہ وجودِ مقدس جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا تھا روز بروز لاغر وضعیف ونزار ہوتا چلا جارہا تھا، اسے دن کا چین میسر نہیں تھا، اسے رات کی نیند نصیب نہ تھی، جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ کے گورنر بنائے گئے، تو اس وقت ان کا ذاتی ساز وسامان اس قدر وسیع اور عظیم تھا کہ صرف اسی سے پورے تیس اونٹ لاد کر مدینہ منورہ بھیجے گئے، جسم اس قدر تر وتازہ تھا کہ ازار بند پیٹ کے پٹوں میں غائب ہوجاتا تھا، لباسِ تنعم وعطریات کے بے حد شوقین تھے، نفاست پسندی کا یہ عالم تھا کہ جس کپڑے کو دوسرے لوگ آپؒ کے جسم پر ایک دفعہ دیکھ لیتے تھے دوبارہ نہیں دیکھتے تھے، خوشبو کے لیے مشک اور عنبر استعمال کرتے تھے، رجاہ بن حیوۃ کا بیان ہے کہ ہماری سلطنت میں سب سے زیادہ خوش لباس، معطر اور خوش خرام شخص عمر بن عبدالعزیزؒ تھے، آپ

جس طرف سے گزرتے تھے گلیاں اور بازار خوشبو میں نہا جاتے؛ لیکن جس دن خلیفۂ اسلام بنائے گئے، آپؒ نے ساری جاگیریں اصل مالکوں کو واپس کردیں اور فرش، لباس، عطریات، ساز وسامان، محلات، لونڈی وغلام اور سواریاں سب بیچ دیے، اور قیمت بیت المال میں داخل کردی، آپؒ کے پاس صرف ایک جوڑا رہتا تھا جب وہ میلا ہوتا، اسی کو دھوکر پہن لیتے تھے، مرض الموت میں آپ کے سالے نے اپنی بہن فاطمہ یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اہلیہ سے کہا: ''امیر المومنین کی قمیص بہت میلی ہورہی ہے لوگ بیمار پرسی کے لیے آتے ہیں اسے بدل دو'' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیوی نے یہ سنا اور خاموش ہوگئیں، بھائی نے جب پھر یہی تقاضا کیا تو فرمایا: ''خدا کی قسم! خلیفۂ اسلام کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے، میں کہاں سے دوسرا کپڑا پہنادوں'' اور یہ جوڑا بھی خلیفۂ وقت کے بدن پر جو تھا صحیح سالم نہ تھا، اس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔

ایک دن آپؒ کو انگور کھانے کی تمنا ہوئی، آپؒ بیوی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا تمہارے پاس ایک درہم ہے؟ میں انگور کھانا چاہتا ہوں'' بیوی (فاطمہ) نے کہا: ''خلیفۃ المسلمین ہوکر کیا آپ میں ایک پیسہ خرچ کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے'' فرمایا: ''میرے لیے جہنم کی ہتھکڑی سے زیادہ یہ آسان ہے''۔

جب خلافت کی ذمہ داریوں کا پہاڑ آپؒ پر ٹوٹ پڑا، تو غذا اور خوراک کے علاوہ میاں بیوی کے تعلقات سے بھی علیحدگی اختیار کرلی، سارا دن سلطنت کی ذمہ داریاں نبھاتے اور رات کے وقت عشاء پڑھ کر تنِ تنہا مسجد میں بیٹھ جاتے اور ساری ساری رات جاگتے، سوتے، گریہ وزاری میں بسر کردیتے، بیوی سے ان کی یہ حالت دیکھی نہ جاتی، ایک دن انھوں نے تنگ آکر پوچھا، تو ارشاد فرمایا: ''میں نے ذمہ داری کے سوال پر بڑی اچھی طرح غور وخوض کیا ہے اور اس کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ وسفید کاموں کا ذمہ دار ہوں، مجھے یہ یقین ہوچکا ہے کہ میری سلطنت کے اندر جس قدر بھی غریب، مسکین، یتیم، مسافر اور مظلوم موجود ہیں ان سب کی ذمہ داری مجھ پر ہے، خدا تعالیٰ ان سب کے متعلق مجھ سے پوچھے گا، رسول اللہ ﷺ ان سب کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے؛ اگر میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے جواب نہ دے سکا تو میرا انجام کیا ہوگا؟ جب میں ان سب باتوں کو سوچتا ہوں تو میری طاقت گم ہوجاتی ہے، دل بیٹھ جاتا ہے، آنکھوں میں آنسو بے دریغ بہنے لگتے ہیں۔''

۱۰۱ھ میں اموی خاندان کے بعض لوگوں نے آپؒ کے غلام کو ایک ہزار اشرفی دے کر آپ

کو زہر دلوادیا، آپ کو اس کا علم ہوا تو غلام کو پاس بلایا، اس سے رشوت کی اشرفیاں لے کر بیت المال میں بھیجوادیا اور فرمایا: ''جاؤ میں تمہیں اللہ کے لیے معاف اور آزاد کرتا ہوں''۔ پھر اپنے بیٹوں کو پاس بلایا اور فرمایا: ''اے میرے بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی، ایک یہ کہ تم دولت مند ہوجاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے، دوسری یہ کہ تمہارا باپ جنت میں داخل ہو، میں نے آخری بات پسند کرلی، اب میں تمہیں صرف خدا ہی کے حوالے کرتا ہوں۔

ایک شخص نے کہا: ''حضرت کو روضۂ نبویؐ کے اندر چوتھی خالی جگہ میں دفن کیا جائے یہ سن کر فرمایا: ''خدا کی قسم! میں ہر عذاب برداشت کرلوں گا؛ مگر رسول اللہ ﷺ کے جسم پاک کے برابر اپنا جسم رکھواؤں، یہ جرأت مجھے برداشت نہیں۔''

اس کے بعد آپؒ نے ایک عیسائی کو بلوایا اور اس سے اپنی قبر کی زمین خریدی، عیسائی نے کہا: ''میرے لیے یہ عزت کیا کم ہے کہ آپ کی ذات پاک میری زمین میں دفن ہو، میں اب عزت کی قیمت وصول نہیں کروں گا''۔ فرمایا: ''یہ نہیں ہوسکتا'' آپؒ نے اصرار کرکے قیمت اسی وقت ادا کردی، پھر فرمایا جب مجھے دفن کرو تو یہ رسول اللہ ﷺ کے ''ناخن اور موئے مبارک'' میرے کفن کے اندر رکھ دینا، اسی وقت پیغام ربانی آگیا اور زبانِ مبارک پر یہ آیات جاری ہوگئیں: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ اور روحِ اطہر جسم سے پرواز کرگئی۔ اِنّا للّٰہ وانا إلیه راجعون.

بارگاہِ ایزدی میں احقر دعاء گو ہے کہ: اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسی زندگی اور موت نصیب فرمائے۔ آمین، یا ربَّ العالمین.

❁ ❁ ❁